رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳

REGISTERD NO. A. 783



ممتاز المطابع پریس لکھنؤ وکٹوریا اسٹریٹ میں باہتمام حکیم محمد ممتاز حسین مالک و اڈیٹر چھپکر شائع ہوا

Dogamar Lucknow

قیمت فی پرچہ ۲ر

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ ڈوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازون کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتون سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کر سکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچے مین آپکے حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس پرچہ کے مضامین آپکے مفید مطلب یا مذاق کے موافق معلوم ہون تو ہر ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ بالخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور ہستی دیگانہ پرچہ کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو اُنھین لازم ہے کہ چھ سالانہ خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالین۔ دام و درم نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائین۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہین وہ راستہ مین گم ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار حساب نامہ مینیجر کے نام ضرور آتے ہین۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دستخط ہر بنیاد مند مینیجر خود نہین پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناخوش کرنا مقصود نہین ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہین کیجاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات واطلاعات کے تحت مین مینیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے اُنکے متعلق جملہ خط وکتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی مسلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شایع نہونگے اور اُنکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین صاف خط مین کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن مین نہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہین اُنھین خطوط اور منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

---

* لطف حیوۃ کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے مفصل اشتہار صفحہ ۲ و ۱۱ کے درمیان پشت پر ملاحظہ ہو۔

جلد ۱۳ نمبر ۱۵

مضامین غبیر

۱۰ و ۱۷ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء

عطوفت نامہ منطق آرا بیگم

بجواب نصیحت نامہ لارڈ ڈارون

نمبر ۳

(تحریر ۱۳، ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء)

لاٹ صاحب! تمہارا حکم ہے کہ ریاستوں میں عوام بھی آزاد رکھے جائیں۔ شیر بکری ایک ہی گھاٹ پانی پئیں۔ چھوٹے بڑے سب یکسان حالت میں ہوں۔ اس حکم یا نصیحت میں ایک لفظ بہت کٹھن ہے۔ میں تو بیچاری عورت ذات پردے کی بوبو ہوں بھلا ان لفظوں کے معنی کیا جانوں۔ میں نے اپنے نواب سے پوچھا تو کہنے لگے "خوب تم بڑی منطقی بنتی ہو تمہیں فارسی کا بھی علم ہے عربی کا بھی اس چھوٹی سی لغت کے معنی تمہیں نہیں معلوم بڑے تعجب کی بات ہے"۔ میں نے کہا کہ ہاں پھر ہم منطقی تو ہیں کسی کا اجارہ ہے؟ مگر یہ کیا ضرور ہے کہ دنیا بھر کے لغتے بھی معلوم ہوں"۔

وہ "یہ تو بہت معمولی لفظ ہے۔ جو غلام نہ ہو وہی آزاد ہے"۔

میں "اچھا بتاؤ تم آزاد ہو کہ غلام؟"

وہ "خدا کے فضل اور گورنمنٹ کی عنایت سے آزاد ہوں"۔

میں "اے نوج ہی سچ کہنا۔ یہی منہ ہے آزاد ہونے کا؟ اے بچے سے منہ۔ آزاد کے بھی کہیں بیڑیاں ہوتی ہیں؟ ہوش کی دوا کرو۔ آزادی بڑی بھاری چیز ہے۔ آرسی مصحف میں تم نے مجھ سے کہا تھا۔ بیوی آنکھیں کھولو میں تمہارا غلام ہوں۔ آج کہتے ہو کہ گورنمنٹ کی عنایت سے آزاد ہوں۔ ارے تم اور تمہاری گورنمنٹ دونوں اپنی اپنی ہوس کے غلام ہیں۔ اس دنیا میں کوئی آزاد نہیں سب کے ماتھے پر غلامی کا داغ ہے۔ نام رکھنے کو جسکا جی چاہے رکھ لے۔ سرو کو شاعر آزاد کہتے ہیں جسکی ایک ٹانگ ہے وہ بھی زمین میں گڑی ہوئی مجال نہیں جو ایک قدم بھی بڑھ سکے وہ کب آزاد ہے۔ سوسن پر بھی آزادی کا اتہام ہے دیکھو بیچارے بیان نامہ نمی ہے زبان دیالوں پر بھی منہ میں گھنگنیاں بھری ہیں پاؤں نامہ میں لگا ہوا ہے جڑوں کی زنجیر میں پھنسا ہوا ہے۔ نواب تمہیں آج کیا ہو گیا ہے ایک مشہور لفظ کا مطلب پوچھتی ہوں تو بتا نہیں سکتے۔ سٹی بھولی ہوئی ہے۔ بغلیں جھانکتے ہو یہی ٹوپی والے فقیر اپنے تئیں آزاد کہتے ہیں مگر ڈر ڈر گدے بھوک کے مارے در در کی بھیک مانگتے ہیں اور آزادی کا دم بھرتے ہیں یعنی ہم کماتے نہیں دوسرے کی چند یا ٹکڑوں سے پیٹ بھرتے ہیں۔ سچ کہو یہ لوگ آزاد ہیں؟ میعاد ختم ہونے کے بعد قیدی رہا کیے جاتے ہیں یعنی قید سے آزادی تو ملتی ہے مگر تو یہ آزادی کیسی نہاروں پولیس والے دم کے ساتھ ہیں۔ شاعروں نے سبزے کو آزاد باندھا ہے جسے گدھے چرتے ہیں اور روز بروز دوسروں کی خوراک بنتا ہے۔ سبزہ در و دیوار پر جہاں جگہ پاتا ہے اُگتا ہے یہ آزادی بھی کوئی آزادی ہے۔ سرو میں پھل نہیں لگتے پت جھڑ کا اثر نہیں ہوتا ہے ان دو قیدوں سے نجات ہوتے ہی آزادی مل گئی؟ ہوئی بازاریوں کی اولاد مادر پدر آزاد کہلاتی ہے یعنی شرعی طریقے کی پابند ہی پیدائش نہیں۔ تو کیا یہی آزادی کی نعمت ہے جسکی لوگ تعریفیں کرتے پھرتے ہیں۔ ہاں میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ گجرات کے ضلع میں ایک مقام آزاد نام ہے وہاں کی آبادی بہت گوری چٹی ہے۔ یعنی سپاہی کی گھنا ٹوپ سے آزاد ہے اس وجہ سے مجھے خیال ہوتا ہے کہ آزادی بھی ایک نام ہے گورے رنگ کا؟"

وہ "واللہ بیگم حق ہے۔ تم خوب مطلب تک پہنچیں بے شک گورے رنگ والے آزادی کے حقدار ہیں"۔ تو پھر لاٹ صاحب نے ہندوستانی ریاستوں سے جو یہ کہا ہے کہ عام رعایا کو بھی آزادی کا حق ملنا چاہیے تو آخر کس وجہ سے دیا ستوں میں بھورے پڑے ہیں۔ اور گورا رنگ اپنے سوا دنیا میں کسی کو آزاد دیکھنا پسند نہیں کرتا صدر وجہ یہ کہ مرغا شہر امریکہ والے بہت آزاد خیال بنتے ہیں پھر بھی ہندی اخباری کا قدر وان ہیں جو کہ کالے لوگوں کی انکے ہاتھوں بنتی ہے پڑھو۔ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ میں اور بارگاہ میں بھول گئی

وہ۔ "اب یہ تم انہیں سے پوچھو تم سے آن سے تو خط کتابت ہے"۔

لاٹ صاحب! میری اور نواب کی گفتگو تم نے سنی اب تم ہی بتاؤ کہ آزادی سے تمہارا مقصد کیا ہے۔ قیدیوں کی سی آزادی، سرو کی سی آزادی سبزے کی سی آزادی۔ سوسن کی سی آزادی۔ فقیروں (آزاد) کی سی آزادی مادر پدر آزادوں کی سی آزادی۔ یا شہر آزاد کے رہنے والوں کی سی آزادی؟

ایک شاعر کہتا ہے ؎

فاش می گویم و از گفتۂ خود دلشادم
بندۂ عشقم و از ہر دو جہان آزادم

جھک مارتا ہے سودا عشق میں آزادی کہاں؟ آزاد تو دوسروں کو اپنا پابند کرتا ہے جیسے انگریزوں کی قوم۔ عشق کا غلام اور آزاد؟ یہی ہے تو عاشق کیوں روتے پھرتے ہیں ؎

میں نے جو کہا تجھ بن کیا کیا نہ الم گزرا
بولا کہ ابے تیرا روتے ہی جنم گزرا

ہاں جس نے یہ شعر کہا ہے وہ سچا ہے ؎

حسد نعمت آزادی مردم مجردست
کیں مراد نیست کہ ہر حضرت آن ہم شدست

آزادی اور اسکا نتیجہ جو کچھ ہے وہ ہمیں طرح دنیا کو معلوم ہے۔ ابھی زیادہ دن بھولی نہیں عالم

حالانکہ ڈیوک آف کناٹ نے بارہا کہا، معاف کرو
اور بھول جاؤ۔ جب کہ آزادی کا نام لینے والے
جینے کی قید سے ہمیشہ کے لیے آزاد ہوئے اور
جو جیتے بچے اُن میں سے کئی جیل خانے کی چکی
پیسا آج بھی ۔۔ حق اللہ پاک ذات ۔۔ نبی جی
پھیر مرد آزادی کی ؟ ذلیل میں کہہ رہے ہیں
برٹش کی عملداری میں آزادوں کی یہ گت ہے
تو میری جان اپنے خدا کر ان کے ساتھ رہا!
غریب کی شامت آزادی کے
لالچ میں نہ بلواؤ۔ آزادی
کوڑی ہے ایسی موہنی چیز کہ
آدم سنتے ہی انسان بے قابو
ہو جاتا ہے۔ ہندوستانیوں
کو آزادی کی چاٹ ہی نے یہ دن
دکھایا۔ جب کوئی گوری
چٹی آزادی کسی کالے کلوٹے
مسکین نکمے غلام کے گھر میں
گھستی ہے تو ناکون چنے چبوا دیتی
ہے۔ میرا غلام لڑکا جسے تمہارا
غلام زادہ تعلیم کے لیے ولایت
بھیجا گیا وہ آج ایک میم بری
آزادی پکڑ لایا ہے کیا کہوں
جب اس آزاد ہوئے میرا بھیجا
ملا ہے بس اُٹھتے بیٹھتے آہ کرتا
ہوں مگر کیا کروں اپنے دام
کھوٹے تو پرکھنے والے کو کیا
دوش۔ کھوٹے تو غلام بچہ اور ماں کا غلام
توم پیچ پر ایک اوچال بچھا آزادی دوڑ سے
آنکھ کی طرح سمیٹ لایا تو اتنا بھی نہ سوچا کہ
یہ تجھے راس آئے گی۔ خیر لی بیٹھی آزادی
نہیں کیا کروں۔ جیسا تم نے مجھے اپنے بچے
سے بچھڑا ہے ویسا خدا تمہیں بھی ۔۔
تم یہ تمنا ۔۔ سینے میں ۔۔
صاحبزادہ ۔۔ ولایت سے ۔۔
۔۔

کرنے اسکان صاف کرو۔ کمرہ کو ڈاکٹر نے ۔۔ بچھا دے
سفید چادریں بچھوا دو۔ پلیٹیں بھی قلعی کروا دو۔ یہ کمرہ
کھانے کے لیے وہ کوٹھری منہ دھونے کے لیے وہ
ہال ملاقات کے لیے۔ دیکھو ایک سنگار میز اور دو
تین آدم آئینے لاؤ۔ یہاں ایک غسل خانہ ۔۔
۔۔ حمام نہانے کی جگہ ۔۔
۔۔
کی وردی ٹھیک کرو۔ دیکھو بچی صاف ستھرے



کیشن: ہے رہا۔ ہے بیا؟
جان بل: اس قلابازی کا مطلب؟
کیشن: پاؤں سے چلنا عام بات ہے۔ اب ہندوستان ہاتھوں کے بل چلے تو زیادہ
مناسب ہے اس حال میں پاؤں کی جوتی سر پر ہو یہی باقی ہے۔

رہا کرو۔ یہ لو چار پائی جوڑ ۔۔ تمہاری ۔۔
میں کوئی فاقہ ان اچھا ہو تو ۔۔ غرض
باندی ۔۔ دھوم ۔۔ بھی ہوں۔
دعائیں ۔۔ دن ۔۔ خدا خدا کر کے
صاحبزادے آنے والے گئے اسٹیشن پر پہنچے ۔۔
ریل گاڑی سے اُترے تو صاحب نے سلامت سو
سام ۔۔ فرمایا اور ۔۔
۔۔
۔۔

والے صورت بھی نہ دیکھی تھی کہ آزاد ہوئے اور
ڈیر کم ہیر کی آواز لگائی۔ باپ سے ملنے میں
وقت بیکار ضائع کرنے پر نیلی کرچی آنکھیں
نکالیں۔ اسباب سنبھالنے میں مدد دینے پر صاحبزادہ
کی خبر لی۔ اب یا وہ غریب چپ کا ٹوٹو ہوا نہیں
جان میں۔ یہ کون ہے کیوں میرے لڑکے کے
ساتھ آئی۔ مگر کہتے کیونکر کہ ہو نہ ہو یہ صاحبزادے
کی آزادی ہے۔ خیر بھی آئی ہے تو آنے دو صاحبزادہ
اگر کرکٹ کو بھی ۔۔ کے سر پر ۔۔
سے گاڑی پر ۔۔ اور
اسٹیشن کے پاس کوئی ہوٹل تھا
اسمیں اُتر پڑے باوا منہ دیکھتے
رہ گئے۔ جھینکتے ہوئے گھر آئے
میں نے پوچھا بھیا کہاں ہے
جھنجھلا کے بول اُٹھے ۔۔
کمبخت اپنی آزادی کی دم
میں ۔۔ پوچھا تو بیچارے
نے ساری رام کہانی دہرائی
کر سلام تک بھول گیا۔
سنتا ہوں کہ جس ہوٹل میں ٹھہرا
تھا وہاں کی باورچن پر لٹو
ہو گیا اس کو ساتھ لے کے
یہاں آیا ہے۔ صورت دیکھو
تو تمہیں ہول آئے ہاں ۔۔
البتہ گوری ہے۔ بس ۔۔
ہی میرے پاؤں تلے سے زمین
نکل گئی۔ ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ اے ہے
یہ لونڈے کو کیا سوجھی تھی؟ یہ کون سا روگ پالا
مرگیا کرتی بھی رہی۔ زمانہ ہے آزادی کا۔
۔۔ ناموس ۔۔ دوسرے دن صاحبزادہ
۔۔ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے گاڑی سے
اُتر کے گھر میں تشریف لائے۔ ۔۔
۔۔ اتفاق کی بات ہاتھوں میں عطر بھرا تھا
۔۔ ناک میں ۔۔
۔۔

بند کرکے پیچھے بیٹھے۔ ... مگر اب معلوم ہوا
ہے صاحبزادے بی آزاد بیوی کو کہاں چڑھا کے لائے
تھے پھر میاں بی بی میں گٹ پٹ انگریزی میں
بات چیت ہوئی اسکے بعد آزاد بیوی ہاتھ پھیلا کے
بڑھنے لگے میں آگے بڑھی ہی۔ کیا کرتی دل پر جبر
کرکے میں نے بھی ہاتھ پھیلا دیے۔ لاٹ صاحب!
سچ کہتی ہوں مجھے پرسنت یہ معلوم ہوا کہ کھیلا
نہ گئی میں آزاد بیوی اور مجھ میں ذری سا فرق نہ
تھا صاحبی (صاحبوں) اور بجتے ہوے تباکو سگار
اور کچھ خراب کی بوتل کے درمیان ... منہ داغ
میں تیری طرح گھسی کرکے ... نکال آگئی۔ وہ ہے
ایسی حوری آزادی تھی کہ توبہ اس سے تو ہماری
غلامی کی جوتی ورد ہے اچھا ہے ... سہاگی
اُگر کی پڑے اور عطر کی خوشبو سے ... کی دلہنیں
بیچ گا ایک پھول بن جاتی ہیں۔ یہ تنی تولی زمین
کی بو تھی اے اللہ گنہ گار ہوں معاف کر۔ پھر
لباس اور پوشاک جو دیکھی تو آنکھیں کھل گئیں
نگوڑی گھٹنوں سے اونچی چھینیاں پہنے۔ ڈھیلی
ڈھالی آدھے ڈیل کی اڑی اور کترے کندے سے
ہوا سے پھر پھرا اڑتے بال جو دیکھے تو ہوش اڑ گئے
جوان جہان عورت کو دیکھو اور یوں ننگ ... سو دا
تصر تھا سینہ کھولے گلیوں میں پھرنا دیکھ لے
خدا تو ہی آبرو بچانے والا ہے۔ میں نے نواب صاحب
سے کہا کہ بھلا اس ہنیرے دیکھو میں یہ آزادی
کیونکر سجے گی صاحبزادے سے پوچھ کر ساتھ میں

رہتی یا علحدہ تو رہنا بند و بست کیا جائے وہ
کچھ ایسے غصے میں تھے کہ کمال ٹھالے ... کے
میں بیٹھے رہے میری بات کا جواب نہ دیا۔ میری
سمجھ میں کسی طرح نہ آیا کہ آزادی کی کیا خاطر
کروں۔ پان وہ کھاتی نہیں۔ سوا سوختہ سگار
میرے گھر میں نہیں۔ وہ بھی ایسا ٹکٹ جو ہو سکے
اونچی دیواروں کو دیکھتیں کبھی باورچی خانے کا
جائزہ لیتیں۔ کبھی نگاہیں آسمان کی سیر کرتیں
کبھی زمین کی۔ خیر میں نے صندوقچہ کھولا پانچ
گنیے کشتی میں رکھے اور لڑکی سے کہا کہ بجاج
کو بچھا دو۔ لڑکیاں خود حیرت میں تھیں بھوٹی
لڑکی نے کہا دی اماں بجاج کیسی میں نے کہا
یہ کیا کرسی پر بیٹھی ہیں وہ کہنے لگی کہ واہ بجیا
تمہارے علاج کے لیے ڈاکٹرنی آئے ہیں بجیا
کا بیاہ کب ہوا۔ ہمارا پلنگ کہاں ہے۔ خیر گھنٹا
تو انھوں نے اسوقت پہنا اور اسیوقت اتار
کے رکھ دیا۔ مگر بی آزادی ایک گھنٹے سے زیادہ
گھر میں نہ ٹکیں بوٹ کھٹکھٹاتی چرنا ٹوپی پہنے
گھنٹا بھر کے بعد یہ چل وہ چل۔ لڑکیوں نے ابا
کی عنایت سے قدرے بہت انگریزی پڑھی ہے
وہ کہتی تھیں کہ آزاد بیوی کو بھوٹی نند بہت پسند
آئی میاں سے کہتی تھیں کہ اسکو ساتھ لیتے چلو
یہ میری بہت اچھی سہیلی بن سکتی ہے میاں نے
منظور نہیں کیا اور جواب دیا کہ میاں کا دستور
پردے کا ہے ہر چند کہ میں اسے ایک نفو نقل

سمجھتا ہوں لیکن ہندوستان میں رہنا ہے تو پردے
کی پابندی ضرور کرنی پڑے گی ... بنگالی
اور ... میں ... ہوتی رہی۔ بی بی نے بھی
گھر والی کے میاں کو اوّل فول ڈرم نول سنائی۔
آگے کا قصہ بہت دلچسپ ہے۔ انشاءاللہ تو پھر
سناؤں گی۔

(باقی)

منلق آرا بیگم

نگارستان

نمبر ۵

"ایک شب کی قیمت"

حضرت! یہ ایک مضمون کا عنوان ہے۔ تمام
مضمون دیکھ جائیے "قیمت" کے روز نقد کی کھنکار
جھنکار کا پتا نہیں البتہ غیر مانوس الفاظ میں ...
کا اظہار ہے بیتی رات بھر بقول خود عیش مطالعہ کیجئے

بحکم جناب سید ... صاحب بہادر ... سب جج ... مظفر نگر
... قابل فروخت

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

(... آرڈر ...)

نمبر مقدمہ ... ۱۹۳۰ء

عدالت خفیفہ ... سب جج مظفر نگر ضلع میرٹھ
دیوان ... قوم ... ساکن ... ضلع مظفر نگر — مدعی

بنام

... قوم ... ساکن ... ضلع ... — مدعا علیہ

[illegible]

دستخط ... حاکم

مہر عدالت

کرتے رہے اور صبح کو جیسے کے تیسے اٹھ کھڑے ہوئے۔ افسوس کہ اس قسم کے حالات سے نمٹنے والے کو ہمدردی نہیں ہوئی۔ دام بیکار گئے۔ قیمت ضائع ہوئی۔ اس مضمون کا خلاصہ انسانی زبان میں یوں ہوسکتا ہے کہ اجرت یا قیمت پر ایک پر کٹی بلائی خرید جاتے وہ کمبخت انھیں تھی! یا عمر بھی کر پڑ کے سو رہی۔ مرد میدان عشق کا بس معشوقہ سے نہ چلا مگر وہ "رات" کو ان الفاظ کو دینے لگا:-

"عریاں ہے وہ رات ..... برہنہ ہے اس کا
ہر ہر لمحہ ..... اسکو عریاں اور برہنہ کہہ دیا
یہی تھی اس انتقام کی حد جو تخیلات صباحی کو
مضطرب کیے ہوئے ہے"

حالانکہ بیچاری "رات" گنہگار نہیں ساری خرابی "ہمت" کی ہے۔

ایک افیمی بڑے میاں اپنی بی بی کو وعدے پر ٹالتے رہے "انشاءاللہ عید کے دن دیکھا جائیگا"۔ عید سے ایک ہفتہ پیشتر اہتمام شروع ہوا کنگھی چوٹی سرمہ مستی مہندی عطر پھلیل الائچی پان تمام سامان جمع کیے گئے دن گنتے گنتے ہفتہ گزرا آخر عید کا دن بھی آ ہی گیا۔ مگر افسوس بقول نگارستان "رات عریاں" نہ ہوئی۔ ہمت کا شوق یا جبھی کر گیا۔ تخیلات صباحی کے اضطراب نے زور جو باندھا تو بیچارے نے یہ کہہ کے خفت مٹائی:-

"بی بی کیا پھر عید نہ آئے گی۔ انشاءاللہ سمجھ لوں گا"

دوسرے افیمی صاحب ذری کسیقدر چالاک تھے انھوں نے "عریانی معاملہ حسن" میں وقت ضائع نہیں کیا۔ بقول نگارستان "آنچل اٹھا کر اس سب سے زیادہ تباہ کن حصہ جسم پر ہاتھ ڈال ہی دیا۔" بقول نگارستان سارا ہیجان "روح اور سرگشتہ" انکی کی گئی ہو ایسا جبر کیا۔ جو آنچل کے ساتھ "معشوقہ کے اس جزو حسن سے مس ہونا چاہتی تھی۔ مقبول نگارستان "عبارت محبت کے رد عمل کو برداشت نہ کرکے" بیہوش ہو کر گرے بلکہ صبح ہوئی تو خون نے زراعت حسن پر کاہ کندن کا عمل کیا اور کہدیا ٹھنڈی ٹھنڈی گھر سدھارو اب وہ عامیانہ محاورہ استعمال نہ کرنا جو اس موقعے پر بعض "ایک شب کی قیمت" وصول کرنے والیاں استعمال کرتی ہیں۔

"واہ میاں واہ ساری رتیا گجر گئی"

ورنہ تمہارا دعویٰ بال سے باریک ٹھہرے گا اور ابطال دعویٰ میں تمتنی کی یہ سیاہ اور پیچیدہ دلیل پیش کی جائے گی۔

ہر کیف مضمون کا خلاصہ ختم ہوا اب سنیے کہ اس "ایک شب کی قیمت" نے چشم ناظر کے سامنے کتنے اخلاقی نصائح پیش کیے۔ کتنے ادبی رموز تعلیم کیے کسقدر جدت طرازی کا بھولا ہوا آموختہ یاد کرایا۔ اور کس درجہ حقیقی "علم و فضل" کا ثبوت دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مضمون نگار نے اس قسم کی مضمون نگاری سے اخلاق فی ضلہ کا ایک مدرسہ کھول دیا ہے اور دنیا میں ایسے ڈھٹیار سے اندھوں کی کمی نہیں جنکی آنکھیں ان مضامین سے روشن ہوگئیں۔

انصاف سے کہیے غریب نواب مرزا شوق پر مثنوی "لذت عشق" کی تصنیف کے بارے میں کیوں اعتراض کیا جاتا ہے امانت مرحوم نے "واسوخت" میں کیا غضب ڈھا دیا۔ جان صاحب "وصلت کی رات" کی نظم سے کیوں قابل ملامت ٹھہرے؟ ان تصنیفوں میں جوانی کے جذبوں کو برانگیختہ کرنے کا عیب تو ضرور ہے۔ نوجوان مرد یا عورتیں ہوں یا مرد انھیں نہ دیکھیں تو بہتر ہے یا شبہہ ادبی خوبیوں سے یہ مالامال ہیں زباندانی کی جان ہیں۔ یہی کیا کم ہے۔ لیکن "نگارستان" کے اکثر مضامین تو ایک شریف باحیا شخص کے دیکھنے کے قابل بھی نہیں اور سرتا سر اردو ادب کی جان کا وبال بھی ہیں۔ کوئی شخص اس زبان میں بات چیت نہیں کرتا (۱) میرا سارا وجود ایک خمیازہ میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ (۲) اف رے وہ سینہ و گردن کی عریانی۔ (۳) اب میرے کانپتے ہوئے ہونٹ تیرے کف پا میں سارے جذبات کو منتقل کرنا چاہتے تھے کہ اسکے قطرے جو آفتاب کی شعاع اولین کے ذریعے سے تمام جو سما میں پھیل جانا چاہتا تھا ایک بجلی سی روشنی کے ساتھ میرے خرمن حیات پر قبضہ کر لیا۔ پھر اب میری حیات کیسی۔ (۴) آہ میرے شرمگانی کی تحریش (۵) وہ بے پردگی سے مس ہوکر بے حجابی کے حلقہ تحریر سے لپٹ کر عریان ہوجاتی ہے۔ (۶) نشہ کی بچائش (۷) خوشقط دائرہ (۸) ایک نوبت تھی یا مینی (۹) ایک لطافت تھی صباحی۔

اس قسم کی عبارت لکھنے پر ہر شخص قادر ہے جس کا جی چاہے چند غیر مانوس الفاظ کا گلدستہ چند فارسی عربی الفاظ سے بدون لحاظ قرینہ ربط کردے۔ اور شیخے کے شیخے لکھتا چلا جائے۔ اودھ پنچ میں ایسی نظم و نثر پر حضرت مرزا مارب دانشور و الکستہ نے سیکڑوں مضمون لکھے۔ جسکا دوسرا نام "الحاد" ہوگیا۔ سمجھائی ہوئی بات بے مزہ ہوجاتی ہے۔ "نگارستان" کے مصنف صاحب سے ہمیں نیاز حاصل نہیں نہ انکے حالات کا علم ہے کہ زبانی عرض معروض سے کام نکل جائے انکی کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں ہم انکی تصانیف سے روشناس ہیں اور اس سے واقف ہیں کہ بعض ملکی مذاقوں نے آسان راہ جو پائی تو انکی پیروی کرنے لگے اس وبائی نالج سے ملکی زبان اسیطرح محفوظ رہ سکتی ہے کہ اسکے زاعم آشکار کردیے جائیں ہمیں معلوم ہوا ہے کہ انھیں بدمذاقوں نے اس زبان اور طرز کا نام "عریان نگاری" رکھا ہے اور اپنی جمعیت میں نہایت فخر سے اپنی "عریان نگاری" پر رجز خوانی فرماتے ہیں اپنی رسائی کی بدولت یا اپنے ہم مشرب ہم مذاق دوستوں کی عنایت سے انکی کتابیں نصاب تعلیم مقرر کرنے والی کمیٹیوں میں پہنچی ہیں۔ خدا نخواستہ اگر عریاں نگاری کی



یہی اسلام! وہی انقلاب! ایں چہ می بینم۔ شاہ خانم بہ اروپا دیدہ رفت گیسو بریدند نقاب گسست فرنگی شد۔

ہتک آمیز کمی ان کمیلیوں کی طرف سے ہوئی تو ہم اسکول مین پڑھنے والی اور پڑھنے والیون کی عریان پسندی کسی حکیم یا عالم کے روکے نہ رکیگی سائیم کمس ہے کہ یہ مضامین نیگاہ توجہ ملاحظہ کیے جائین لارڈ بائرن کی مشہور غیر مطبوعہ نظم ڈیرائڈس کنفشن یا دی فرسٹ نائٹ اور ان مضامین مین کوئی زیادہ مابہ الامتیاز نہین ہے۔ ایک مرد فاحش کی فحاشی اتنی مضر نہین ہو سکتی جتنی کہ عورت کی قصیدہ خوانی۔ ساد مضامین کے دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ عریان نگاری ہر قسم کی بداخلاقی پر خالی الذہن سادہ لوح اشخاص کو اسی طرح آمادہ کرتی ہے جیسے کوئی کشتی۔ خدا نہ کرے جو بچون کے طبیعی قوی مشتعل ہون۔ لوگ اپنے خلوت خانون کی کہانیاں انکے کانون تک مع لذت کے ساتھ پہونچائیں اور وہ پڑھنا لکھنا چھوڑ کے اس قماش کی تلاش ایسا یکشب کی قیمت حاصل کرنے میں محو ہو جائیں۔

وہی مثل ہے قاضی جی اپنی جورو دن ہی نہ سہی عارضی ہی کا منہ چومتے تھے اور محلہ والون پر احسان کرتے تھے۔ حالانکہ سوتے بچے کا منہ چوما نہ ان خوش نہ باپ۔

فراغت کے ساتھ ادبی و اخلاقی اصلاح کا حق جو کچھ ہم سے ہو سکا ادا کیا اب زمانہ اتنا دوسرون کا فرض ہے۔ عربی اور فارسی کے غیر مانوس الفاظ کو محل و بے محل استعمال کرنے سے ان پڑھ یا کم سواد لوگ جلدی مرعوب ہو جاتے ہین انہیں اتنا وقت نہین ہے کہ سالہا سال تک لات و عزیٰ کی کعبے مین رہے پھر بھی مقدس سمجھے یہ نہ سمجھے کہ خدا ہے کا کلمہ ترک کیا۔

راقم

کمیل حاود

پنجاب مین اُردو

عالیجناب حافظ محمود خان صاحب شیرانی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کی تازہ تصنیف

باعتبار سیرت و صورت بہت خوب ہے۔ موصوف نے محنت کے ساتھ اُردو کی ایک ضروری خدمت انجام دی ہے۔ اسوقت پنجاب مین اُردو کی اشاعت ترقی پر ہے وہ دن دور نہین کہ وہ مثل دہلی اور لکھنؤ کے اُردو کا ایک واحد یا مرکز بن جائے۔ ہم نے اس کتاب کا مطالعہ بقدر فرصت کیا ممدوح موصوف کے اکثر مختارات سے ہمین اتفاق ہے کوئی شبہ نہین کہ اُردو کا حدوث مسلمانون کے عہد مین ہوا عربی و فارسی اسماء ہندی روابط و افعال سے مل کے ایک کھچڑی تیار ہوئی جس کا نام اُردو رکھ لیا۔ مسلمان لڑتے بھڑتے یہان آ گئے تھے جب وہ پڑے تو یہین کی عورتون سے شادی بیاہ کی ٹھہرائی۔ فوجی ضرورت سے ایک بازار آج بھی لشکر کے ساتھ ساتھ رہتا ہے پہلے بھی رہتا تھا۔ خرید و فروخت میں سوداگر وغیرہ بات چیت پر مجبور رہیں۔ لہذا اردو اپنی زبان مین جس طرح آج اُردو کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ ملا کے بولتے ہین اسیطرح ہندوستان کی جان پر نازل ہونے والے مسلمان اسوقت ہندی پر تصرف فرماتے تھے۔ چنانچہ مشہور ہے جمالی شاعر نے ایک بازاری عورت سے یون شکایت کی (ان صاحب ایرانی تھے بھلا ترمین گفتگو کیون کرتے) فرماتے ہیں ؎

گاہ نہ گفتی کہ جمالی تو بیت
ہم کیا کرو اپنا کرم تیتی ہے
وہ ہوس و آرزوئے وصل تو
کتنا شدہ پیش ررت تیتی ہے

معلوم نہین یہ بازارن جمالی صاحب کا شکوہ سمجھی بھی یا نہین۔ خیر وہ سمجھے یا نہ سمجھے آغا اپنی کہانی کہہ گیا۔ بیچارے کی زبان مین تانیث و تذکیر کا امتیاز نہین اسلیئے آغا تیتی ہے اور آغا مرتا ہے۔ بھلا اہل زبان کو ناک بھون چڑھانے کی ضرورت نہین۔

مسلمانون کے ہندوستان مین آنے کی راہ بھی سندھ اور پنجاب ہے لہذا مصنف کا یہ دعویٰ کہ اُردو کی بنیاد پنجاب مین پڑی قرین قیاس ضرور ہے۔ اسکے ساتھ ہی یہ بھی قابل توجہ ہے کہ ہندوستان بھر کی بولی کسی زمانے مین بھی ایک نہ تھی۔ آج بھی وہی حالت ہے دکن پنجاب بنگال اور دوسرے صوبون کی زبان ایک دوسرے سے بالکل متغائر ہے۔ لہذا وہ اُردو جو اُردوئے لشکر نے لیکر دین اور معاشرت کی ضرورت سے پیدا کی ہمیشہ مختلف رہی کبھی دکن کا پرچا ان پڑا کبھی پنجاب کا۔ جہان گئے وہان مسکتی ہے کی نشانی چھوڑ آئے۔ مگر اسوقت کی اُردو زیادہ تر دلی اور لکھنؤ کی سڈول کی ہوئی ہے۔ محاورات دہلی اور لکھنؤ کے درباری شعرا اور بیگمون کے منت گزار ہیں۔ یہ اُردو پنجاب کی نہین ہے پنجاب مین صرف پچاس ساٹھ برس سے اس اُردو نے رواج پایا ہے۔

بہرحال ہم مصنف ممدوح الشان کی خدمت میں انکی محنت کے سوارت ہونے پر باوجود بعض خیالات سے متفق نہونے کے بھی مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

اگر کبھی موقع ملا تو اختلافی امور کی تفصیل کیجائیگی۔

کتاب مین بہت سے پُرانے اُردو شاعرون کے نام اور حالات ہین جنکا نام مشہور نہین۔ بیسیون نظم و نثر غیر مشہور نایاب کتابون کی عبارتین مین اور الفاظ کے لفظی و معنوی تغیرات مین تحقیق سے کام لیا گیا اہل علم کے مطالعہ کے قابل ہے چھپائی لکھائی کاغذ بھی خوب ہے سو بیس اکیس جزو حجم ہے ڈھائی روپیہ قیمت ہے۔ انجمن ترقی اُردو اسلامیہ کالج لاہور سے مل سکتی ہے چونکہ ٹوٹے اکڑون اور متعصب بے انصافون سے نہین بلکہ اہل علم سے التماس ہے کہ کتاب منگوا کے دیکھین اور جس مقام پر مصنف کی تحقیق کمزور ہو مصنف کو اسکی اصلاح کا مشورہ دین تاکہ دوبارہ یہ کتاب بہتر اور صاف کی ہو۔ اور پھر ہم کہین کہ بھائی شیرانی صاحب بے شک اُردو زبان آپ کی اور آپ کے پنجاب کی۔

مولانا پنچ کی نوٹ بک

وان کنگر استغنا ہر دم ہے مشتعل بر
ہاں جیب خزانہ میں روپیہ نہ پائی

سنتے ہیں ۱۹۲۹ء کے فوجی احکام کے بموجب سکریٹری آف اسٹیٹ نے فوجی پنشن میں پچیس فیصدی کا اضافہ منظور فرمایا ہے۔ تھوڑا نہ بہت پچیس فیصدی۔ یہ رقم ہندوستانی فوجی ملازموں کی بیواؤں اور یتیموں کو ملے گی۔ اس سے تو مطلب نہیں کہ عام رعایا مارے بھوک کے بیوہ ہو گی یا یتیم۔ مگر ہے یہ فوجی بیان بغیر اے زر۔

حملۂ تہذیب

افواہ ہے کہ سردار بہادر مہتاب سنگھ صدر کونسل پنجاب سکنڈ کلاس میں سفر کر رہے تھے جیسے ہی انھوں نے گاڑی میں داخل ہونا چاہا گوروں نے گردن میں ہاتھ دیا۔ سردار صاحب پہلے تو چپ رہے آخر لعین مجرد لی کی تھمی یاد آگئی اور آپ نے گستون کی حکمت کا جواب دینا چاہا بارے بیچ بچاؤ کرو دیا گیا اللہ نے خیر کی۔ دیکھیے سردار صاحب کب کسوٹی جاتے ہیں۔

دوازدہ ہند لارڈ اروں کی خفا لفت

مشہور ہے کہ نظام دکن باوجود چشم نمائی وغیرہ الحاق برار سے دست بردار نہیں ہوتے اور مہاراجہ بڑودا کا ٹھیا وار پر اپنا دانت چڑھانے کی دھن میں ہیں۔ یاد دوازدہ ہند حضرت اروں میں یہ بندہ موجود نہیں ہے کہ ریاست کے کسی فرسودہ حقوق و حدود بھی رکھیں تاکہ مرکے ترقی کے وسائل مہیا کرنے کے یہ معنی نہیں ہیں۔ ترقی مضمر ہے انگریزی پوشاک پہننے میں دام کے اور مزید اضافات کرنے میں ٹیکس عاید کرنے میں جیم سے کورٹ شپ کرنے میں بے پردگی میں۔ گھوڑدوڑ کی بازی میں دولت کی سیر کرنے میں۔ ہمارا یہ مجلہ صاحب نے ابھی اپنا کام ختم نہیں کیا۔ وہم ہو۔ ابھی سے دعوے برادر تسلیم کرنے میں آمادگی درست نہیں۔

کچھ مضائقہ نہیں

ایک دوست ہم سے طالب جواب ہیں کہ موسیٰ پروپیگنڈسٹ نے ہمیشہ اودھ پنچ "دودھ کا بھی جلا ایک" جریان الانہ اودھ پنچ کو بد پروپیگنڈسٹ کے لقب سے یاد کرتا ہے اسکے کیا معنی۔ دوست! تم نے اللہ میاں اور شیطان کا سوال جواب قرآن میں پڑھا ہوگا۔ علامہ مسٹر ابلیس پروردگار پر یہ طعن ڈالتے ہیں "فبما اغویتنی" اسی وجہ سے کہ تو نے اغوا کیا میں بھی تیرے بندوں کو صراط مستقیم تک پہنچنے نہ دوں گا۔ پروپیگنڈسٹ اور اغوا میں تھوڑا ہی سا فرق ہے۔ اگر اللہ میاں اپنے بارے میں ایک گستاخ کی زبان سے "اغوا" کا الزام سن کر ٹال گئے تو ہم بھی آخر انھی کے بندے ہیں۔ ہم نے صبر کیا آپ بھی صبر کیجیے۔ تھوڑے دنوں میں شیخ کی کچھ تکی جو آخر میں ہنستا ہے اسکی ہنسی خوب رہتی ہے۔

جنگ شمشیر و قلم

لو ہے اور نرکل یا کلک کا مقابلہ ہی کیا مگر جب کبھی تلوار اور قلم کا آمنا سامنا ہوا تو قلم ہی غالب رہا اگر قلم کی گردن پر یہی شمشیر جان نے یورش ہو کے ہوٹ کی اور قلم کہنے کی تھرائی نوہ اور خون سے جلی ہو گئے اور گیسے موٹے موٹے حرفوں میں ہی شمشیر جان کے گناہوں کی فہرست لکھی۔ سر کٹنے کے بعد روانی معجزہ نہیں تو کیا ہے۔ سپاہی کے ہاتھ سے تلوار چھین جائے گر جائے تو میان سپاہی بے بس ہو جاتے ہیں لیکن نوک قلم ٹھیا ظلم کسی کے روکے نہیں رکتا کاغذ ہی میدان بنتا لشکری ہانک سے رستم خانی اور علی مرے ایسے ایسے ہاتھ دکھلاتا ہے کہ بڑے بڑے جرار لشکر تیترا کے منہ پھیر بیٹھتے ہیں۔ بھاگے پناہ نہیں ملتی۔ وارنس صاحب بیوقوف تھے اگر وہ تلوار کا نام نہ لیتے اور خالی سوا بالشت کا قلمرے کے حکومت کا دعویٰ کرتے تو آج انکے تخت پر یوں حملہ نہ ہوتا۔ ہمارے نزدیک بمبئی کا قیاس تھا کہ میاں پٹیالہ شمشیر نامقلال دولت سردار دیوان سنگھ کے مضمون پر

ریاست "دہلی پر چڑھ دوڑے ہیں کے مگر کیا کریں آج کے تازہ نمبر میں ایک اور انکا مضمون شائع ہوا ہے۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ پٹیالے کی تلوار میدان میں چوری چھپے جریدہ "ریاست" کے قلم پر یا ملک "ریاست" کی گردن پر وار کرنے والی ہے۔ ریاستی نعرے کا مقتضی یہی ہے تو سردار دیوان سنگھ کا کچھ نہ بگڑے گا۔ ایک جان ہے جائے خدا بے جا ہے جب اگر خدا بچائے قلم کے جوہر پاش پاش ہو بار جائیں تو جائیں ہے جاپنی منتری گردن سے کے چڑھا تو پھر نہ مرچوں کی دھونی سے اترے گا نہ خانقاہ سے نہ گورے عاملوں کے گنڈے تعویذ سے۔

ایک بد شوق لڑکا استاد کے حق میں دعا سے یہ کر رہا تھا یہ آمین مولوی کا جنازہ نکلے مولوی صاحب سنا تو ہنسے اور کہنے لگے "بیٹا بادام کا جنازہ نکالو میں مر جاؤں گا تو تمہارے بارہ دو سرا جلاد مولوی نوکر رکھ لیں گے" مسٹر میوراک ڈپٹی کمشنر بدمعاشوں کے دشمن تھے بدمعاشوں کی تلاش میں اکثر بھیس بدل کے نکلتے تھے ایک دفعہ خود ہی کسی چور کی بات کی زبان سے اپنے کانوں سنا کہ یہ میو ہی ... میو کو مار کے کیا برائی ہے جائے! مسٹر میوراک ضبط نہ کر سکے اسی زبان میں کہنے لگے "تو بڑا بیوقوف ہے تو سارا دھرتی میوراک سے بھینی ہو نہ ہے جو ٹکڑا ... رہے گا۔ چوری کرے گا تو زنانہ بھر سزا دے گا۔

اس مثال سے زیادہ مناسب یہ ہے کہ پٹیالے کی تلوار اپنا بھی ٹھیک رکھے جو اس طرف سے دلیری دکھائیں یہی گن رہے تو سردار دیوان سنگھ کے قائم مقام ایک نہیں ہزاروں موجود ہیں۔

اور ایک "مدیر ادب" نے جب تلوار کند ہو جائے تو قلم ہے قلم ورنہ بلی پٹیالے سنگھ جواب قصہ ہر تو لکھوں دو خزانہ۔

ارادہ

ایک سلسلۂ خود ہر ہندو زود جدید یورپ کے عنوان سے عنقریب مخلص آرا بیگم صاحب لکھنے والی ہیں۔ مگر ہمارے وطن میں ایسے مضامین کی قدر نہیں۔ اسوجہ سے دل پر چوٹ نہیں۔ امید وار وہ بیام

مشہور عالم دواخانہ معدن الادویہ کی تیار کردہ تیر بہدف ادویہ

طلائے سفوف کشتہ

[illegible] نقصان و دماغ عصبی بہت

اعصاب [illegible] کو طاقت پہنچانے میں [illegible] قوت مردمی کی [illegible] [illegible] سے باہر ہے [illegible] ایک [illegible] کا قول ہے [illegible] دنیا میں کوئی دوا ہے [illegible] مرض کو دور کرتی ہے

قیمت فی بکس

۲۰ خوراک (للعہ)

بالحم عنبری وو آتشہ خاص الخاص

[illegible] محنت اور جانفشانی سے تیار کی گئی ہے [illegible] ہندوستان میں شہرت ہے [illegible] [illegible] تیار کیا گیا ہے جو عضو [illegible] سیاہ [illegible] قوت مردمی کو بڑھانے والا اور مسک ہے رقت و سرعت وغیرہ کو دور کرتا ہے۔

فی بوتل پانچ روپیہ (صہ)

تین بوتل کے خریدار کو ایک گلاس [illegible] مفت

طلائے سیحی

اعصاب کی تقویت میں [illegible] طاقت کو واپس لاتا ہے جن لوگوں نے اپنے ہاتھ سے اپنی قوت زائل کی ہو یا کسی دوسرے خلاف فطرت افعال کی وجہ سے رگیں خراب ہوگئی ہوں ان کے واسطے طلا اکسیر رکھتا ہے تھوڑے عرصہ میں اپنا فائدہ دکھاتا ہے۔ مایوسوں کی امید کو بر لاتا ہے اور [illegible] [illegible] طاقت بخشتا ہے [illegible]

قیمت فی شیشی

آٹھ روپیہ (عہ)

حب یاقوت مقوی و ممسک

طاقت [illegible] [illegible] قوت مردمی کے اضافہ کرنے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] امید کو پورا کرتی ہے [illegible] لطف شباب [illegible] طاقت میں [illegible] پیدا کرتی ہے [illegible] [illegible] [illegible]

قیمت فی بکس ۴۰ خوراک مع محصولڈاک پانچ روپیہ (صہ)

ہر قسم کا طبی مشورہ دواخانہ معدن الادویہ کی مجلس اطبا سے مفت حاصل ہوسکتا ہے صرف جوابی ٹکٹ درکار ہے

فرمائش کیوقت اخبار کا حوالہ ضرور دیجئے | منیجر دواخانہ معدن الادویہ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ | فہرست کلاں مفت طلب فرمائیے

نایاب اور بیش بہا تحفہ

[illegible]

[illegible] محصول معاف

المشتہر حکیم سید [illegible] نواب بیت الشفا گیا (بہار)

سچا ہمدم و دلی دوست

جب آپ کی طبیعت [illegible] [illegible] [illegible] ایسی حالت میں [illegible] دلی دوست ہونے کا ثبوت دیں گی ایک دفعہ ضرور تجربہ کریں قیمت فی [illegible] ۰۰ [illegible] چار روپیہ (للعہ)

وید شاستری جام نگر کا ٹھیاوار

ایجنٹ امر چند [illegible] چوک لکھنؤ

پری مہک تیل

دماغ کی [illegible] اور قوت کا ذمہ دار ہے خوشبودار ہے [illegible] بالوں کو سفید ہونے سے روکتا ہے۔ [illegible] [illegible] ایک [illegible] [illegible]

[illegible] منگائیے اور آزمائش کیجئے

مختار احمد بجری مرچنٹ موجد ہے

[illegible] تیل [illegible] [illegible]

[illegible] قیمت فی [illegible] محصول [illegible]

مجلدات اودھ پنچ ۲۷-۱۹۲۶ء

ہندو کو زندہ کرنے والے [illegible] سیاسی ادبی اخلاقی مضامین اور کارٹونوں کا مجموعہ [illegible] کتب میں محفوظ رکھنے کے قابل۔ قیمت فی جلد [illegible] مع محصول۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

سکھ سنچارک کمپنی متھرا کی تیار کردہ ادویات

گورنمنٹ سے رجسٹرڈ

سدھا سندھو | [illegible] [illegible]

[illegible] قطرے [illegible] [illegible] قیمت [illegible] سب جگہ بکتا ہے۔

دودھ گیسری | [illegible] بچوں کے [illegible] لاثانی دوا قیمت [illegible]

بال سدھا | بچوں کی کمزوری کو دور کرکے [illegible] قیمت [illegible]

اپنے شہر کے دوا فروشوں سے طلب کرو

سول ایجنٹ برائے دہلی و پنجاب | بال بہار آفس چاندنی چوک دہلی

سول ایجنٹ امر چند لکھنؤ

[illegible]

شاعری جز و لیست اڈیٹری

لکھنؤ کے مشہور قادر الکلام خوش گو مرثیہ بیان شاعر جناب پیارے صاحب رشید مرحوم کے بعد وفات زندگی والسمی بھیجرت رشید میں انکا مرثیہ رباعی و قصیدہ و غزل اسلام وغیرہ مولفہ سید آغا شہر لکھنوی نہایت محنت سے فراہم چھپ گئے ہیں آپ خاندان میر انیس مرحوم کے ایک سر فرزند تھے قیمت علاوہ محصول ۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اودھ پنچ لکھنؤ

(۱) اودھ پنچ ۱۹۲۲ء کی جلد مکمل دفتر میں برائے فروخت موجود ہیں شائقین جلد طلب فرمائیں قیمت فی جلد ... علاوہ محصول ڈاک
(۲) جلد ... کے (۵ نمبر) ان نمبروں میں ... پر دونوں کے بہترین نمونے موجود ہیں ... مضامین کی محنت میں کر تا طلب کر لیجئے فی جلد ... علاوہ محصول ڈاک ۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

سیاحت ظریف

یعنے

منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی کا

منظوم سفرنامۂ عراق

عجیب و غریب نظم ہے مذہبی اور شاعری کی خصوصیات سے فائدہ اٹھایا ہے۔ قیمت فی جلد ۶ ۔

ٹکٹ بھیج کر منگائیے وی پی اور ٹکٹ آرڈر بھیجئے ۔ المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

شرائط ایجنسی

(۱) ... نقد پیشگی جمع کرنا ہوگا
(۲) ... کم سے کم ... پرچوں کی ... کرنی ہوگی
(۳) ... پرچوں کی واپسی کی اجازت نہ ہوگی
(۴) ... حساب ... پرچہ فروخت کرنا ہوگا ... ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

علاوہ ... کے ... پرچہ ... منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانہ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میاں تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کیگئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت سہولت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی باجہ یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا۔ فی الحقیقت مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ حصہ اول کی للعہ فی جلد۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

لطف حیوۃ کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے۔ صفحہ ۲ و ۱۱ کے درمیان پشتی پر اشتہار ملاحظہ ہو۔